ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر

صدر شعبہ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

سید ضمیر جعفری کے غیر مطبوعہ خطوط: تعارف اور حواشی

Dr. Abdul Aziz Sahir

Head Department of Urdu, Allama Iqbal Open University, Islamabad

Syed Zamir Jaffri's Letters

Syed Zamir Jaffri is one of the prominent writers of contemporary literary era. He was a poet, humorist, editor and has many other literary dimensions. He has a unique style of Urdu prose reflected in his various works. In this article some of his letters written to his contemporary poet and his friend Sabir Mithialvi has been introduced. Some important facts about Jaffri's life are found in these letters and so these are of literary as well as historical importance.

پیش گفتار: [۱]

ذیل میں معروف شاعر اور نثر نگار سید ضمیر جعفری (م ۱۹۹۹ء) کے چار خط دیے جا رہے ہیں۔ انھوں نے یہ خط اٹک کے ممتاز شاعر اور اپنے عزیز دوست صابر مٹھّیالوی کے نام تحریر کیے ہیں۔ صابر مٹھّیالوی کا اصل نام غلام مہدی تھا۔ وہ ۱۹۱۱ء میں چنیوٹ میں پیدا ہوئے۔ جہاں ان کے والد مرزا عبداللہ خان ایک کاٹن مل میں ملازم تھے۔ ان کا آبائی گاؤں اٹک کا معروف قصبہ مٹھّیال ہے۔ وہ ابھی پانچ سال کے تھے کہ ان کے والد آنجہانی ہو گئے اور وہ اپنے گاؤں آ گئے۔ ان کے دادا حاجی میاں امیر نے ان کی پرورش کی۔ مڈل ورنیکلر فائنل کا امتحان پاس کر کے وہ چھب میں اَن ٹرینڈ ٹیچر مقرر ہوئے۔ بعد ازاں انھوں نے جے وی کا امتحان بھی پاس کیا اور یوں وہ باقاعدہ درس و تدریس کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ شعر گوئی کا آغاز ۱۹۲۷ء میں ہوا۔ انھوں نے کئی اساتذہ سے اکتسابِ فیض کیا۔ اپنے ایک مکتوب میں انھوں نے اپنے اساتذۂ فن کا یوں تذکرہ کیا ہے:

> ۔۔۔ادبی دنیا میں صابر مٹھّیالوی کے نام سے مشہور ہوں۔ ایک آدھ غزل پر حضرت ریاض خیر آبادی، جلیل مانک پوری، سرشار کمنڈی، حضرت سیماب اکبر آبادی اور حضرت منظر صدیقی سے اصلاح لی۔ مستقل شاگرد حضرت دل شاہ جہاں پوری کا ہوں۔(۱)

''گل صد برگ'' کے عنوان سے ان کا ایک مختصر سا مجموعۂ کلام ملک سراج الدین پبلشرز، لاہور کے زیرِ اہتمام شائع ہوا۔ ۸۸ صفحات اور دو سو اشعار پر مشتمل اس مجموعے کا دیباچہ ضیا فتح آبادی نے تحریر کیا۔ یہ مجموعہ سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے

بانی مخدوم سید علاء الدین علی احمد صابر کلیری کے نامِ گرامی سے منسوب ہے۔ اس پر سنۂ اشاعت درج نہیں۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق [م ۱۹۸۵ء] کے ذخیرۂ کتب (مملوکہ دارالعلوم ضلع کونسل، اٹک) میں اس کا جو نسخہ محفوظ ہے، ڈاکٹر صاحب موصوف نے اس پر اپنے قلم سے سالِ اشاعت ۱۹۶۱ء درج کیا ہے۔ یہ مجموعۂ کلام ہی ان کی کل کائنات ہے، جو زیورِ طباعت سے روشناس ہوئی، حالانکہ انھوں نے نظم و نثر میں بہت کچھ لکھا، لیکن وہ سرمایۂ علم و ادب اشاعت پذیر نہ ہو سکا۔ ان کا کلام اور مسودات ان کے صاحبزادے خورشید احمد انجم کے پاس موجود اور محفوظ ہیں۔ وہ قادر الکلام شاعر تھے۔ نثر میں بھی وہ بند نہیں تھے۔ مخفی علوم سے بھی انھیں دل چسپی تھی۔ رمل، جفر اور نجوم پر ان کے مضامین روحانی دنیا لاہور، اسلامی جنتری لاہور اور فلکیات کراچی میں شائع ہوتے رہے۔ روزنامہ تعمیر، راولپنڈی میں وہ سیرت و کردار کے عنوان سے کالم بھی لکھتے تھے۔ ان کے شاگردوں میں کوثر جعفری (صدر ادارہ فروغِ ادب، کھوڑ)، محمد صدیق سوز (الیکٹرک سپروائزر، کھوڑ)، نسیم شمائل پوری (سروے ڈیپارٹمنٹ مری ہلز)، عبداللہ صحرائی (پنڈی گھیب)، تاج الدین تاج، سعادت حسن آس (اٹک) اور رحیم بخش بسمل وغیرہ شامل ہیں۔ وہ فقیر سیرت اور درویش منش انسان تھے۔ انھیں سلسلۂ چشتیہ کے عظیم صوفی بزرگ خواجہ میر احمد بسالوی (م ۲۱۔ ذالحجہ ۱۳۵۷ھ) کی غلامی کا شرف بھی حاصل تھا۔ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد وہ اٹک کچہری میں عبداللہ راہی ایڈوکیٹ کے منشی رہے۔ ۶۔ نومبر ۱۹۸۳ء کو وفات پائی اور اپنے آبائی گاؤں میں آسودۂ خاک ہوئے۔ لوحِ مزار پر ان کا یہ شعر مرقوم ہے:

ہے گوشۂ تربت ہی وہ گوشۂ تنہائی
افسوس جہاں کوئی غم خوار نہیں ہوتا

[۲]

سید ضمیر جعفری یکم جنوری ۱۹۱۶ء کو چک عبدالخالق، جہلم میں متولد ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے سے حاصل کی۔ ۱۹۳۳ء میں گورنمنٹ کالج، کیمبل پور میں داخل ہوئے، جہاں سے انھوں نے اپریل ۱۹۳۶ء میں ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۸ء میں گریجویشن کی ڈگری اسلامیہ کالج، لاہور سے حاصل کی۔ ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگِ عظیم کے دوران میں فوج میں بھرتی ہو گئے اور ۱۹۴۸ء تک خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۴۹ء میں راولپنڈی سے بادِشمال کے نام سے اپنا اخبار شروع کیا، لیکن وہ زیادہ عرصہ جاری نہ رہا اور بند ہو گیا۔ ۱۹۵۱ء میں آزاد امیدوار کی حیثیت سے صوبائی اسمبلی کا الیکشن بھی لڑا، لیکن ناکام رہے۔ ۱۹۵۲ء میں فوج کے محکمے تعلقاتِ عامہ میں بھرتی ہو گئے اور ۱۹۶۶ء میں بطور میجر سبکدوش ہوئے۔ اس کے بعد سی ڈی اے میں تعلقاتِ عامہ کے ڈائریکٹر رہے۔ ۱۹۸۲ء میں نیشنل سینٹر میں ڈائریکٹر تعینات ہوئے۔ کچھ عرصہ اکادمی ادبیاتِ پاکستان سے بھی وابستہ رہے۔ بھرپور علمی و ادبی زندگی گزاری۔ مختلف اخبارات اور رسائل کے ساتھ بھی متعلق رہے، جن میں خاص طور پر مندرجہ ذیل کے نام لیے جا سکتے ہیں: مشعل (طالبِ علم مدیر)، کریسنٹ (طالبِ علم مدیر)، شیرازہ (معاون مدیر)، سدا بہار (مدیر)، جوانسدگا پور، بادِشمال (مدیر اور مالک)، غالب (مدیرِ اعلیٰ)، احسان (مدیر)، اردو پنچ (مدیرِ اعلیٰ)، چہارسو (مدیرِ اعلیٰ)، افقِ نو (سرپرست) سید ضمیر جعفری نظم اور نثر دونوں میں یکساں قدرت رکھتے تھے۔ انھیں منظوم اور منثور تراجم پر بھی مہارت حاصل تھی۔ ان کے علمی، ادبی اور تخلیقی اثمار کی تفصیل حسبِ ذیل ہے: کارزار، جزیروں کے گیت، لہو ترنگ، ارمغانِ ضمیر، مافی الضمیر، من میلہ، زبورِ وطن، ضمیریات، قریۂ جاں، ضمیرِ ظرافت، گہوارہ، ہندوستان میں دو سال،

حرف و حکایت، کھلیان، نعت نذرانہ، بن بانسری، نشاطِ تماشا، وہ پھول کہ جس کا نام نہیں، جنگ کے رنگ، ملایا اور اس کے لوگ، ضمیر حاضر ضمیر غائب، نظر غبارے، کتابی چہرے، اُڑتے خاکے، آخری سیلوٹ وغیرہ۔ ۱۲مئی ۱۹۹۹ء کے نیو یارک میں وفات پائی اور بُچہ (راولپنڈی اور گوجر خان کے درمیان ایک مقام) میں آسودۂ خاک ہوئے۔

[۳]

مکتوب نگار سید ضمیر جعفری جب گورنمنٹ کالج، کیمبل پور (اٹک) میں زیرِ تعلیم تھے، تو ان کا اپنے مکتوب الیہ صابر مٹھیالوی سے رابطہ ہوا۔ بعد میں یہ رابطہ اور تعلق ذاتی دوستی میں ڈھل گیا۔ اُس زمانے کے کیمبل پور کی ادبی فضا کا تذکرہ کرتے ہوئے ضمیر جعفری رقم طراز ہیں کہ:

> ہماری ادبی سبھا اکثر و بیشتر پرائمری اسکول کی عمارت میں برپا ہوتی، جو اس قدر وسیع تھی کہ آج کل اتنی بڑی عمارت بڑے بڑے کالجوں کو بھی میسر نہیں آتی۔ ملک کرم الٰہی شاد، اسلم اور دھوپر کا تعلق ضلع اٹک ہی سے تھا۔ ملک کرم الٰہی شاد صدر معلم ہی نہ تھے، ضلع بھر کے ادیبوں کے صدر میزبان بھی تھے۔ خواہ مٹھیال سے غلام مہدی صابر آئیں، یا پنڈ یگھیب سے میرزا طالب گورگانی، یا ٹمن سے فضلِ حسین تبسم۔۔۔ کیمبل پور میں ضلعی اکابرینِ ادب کا مستقر عموماً اس اسکول میں ہوتا، جس کے کھلے کھلے اور خالی خالی کمرے، گویا:
>
> صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے‘‘ (۲)

جعفری صاحب کے پہلے خط سے پتا چلتا ہے کہ وہ ابتداً درد تخلص کرتے تھے۔ اگرچہ زمانۂ طالب علمی ہی میں انھوں نے یہ تخلص ترک کر کے اپنے نام ضمیر کو بطور تخلص اپنا لیا تھا، لیکن اس غزل کے مقطع میں انھوں نے درد تخلص ہی رہنے دیا۔ دوسرا یہ کہ وہ شاعری میں کسی کے شاگرد نہیں تھے، مگر فردوسیِ اسلام ابوالاثر حفیظ جالندھری (م ۱۹۸۲) کو اپنا استادِ معنوی سمجھتے تھے۔ تیسرا یہ کہ ان کی یہ غزل ان کے کسی مجموعے میں شامل نہیں، لہٰذا دریافت کی حیثیت رکھتی ہے۔

انھوں نے پیشِ نظر خطوط میں تاریخ اور مہینے کا ارقام فرمایا ہے، لیکن ایک خط کے علاوہ بقیہ خطوط میں سال کا اندراج نہیں کیا۔ راقم نے داخلی شواہد سے دو خطوط کا سالِ تحریر متعین کیا ہے۔ چوتھے خط کو اس کے مندرجات کی روشنی میں آخری ہونا چاہیے، کیونکہ داخلی رویوں سے ان کے سالِ تحریر تک رسائی ممکن نہیں۔

۱۹۸۷ء میں راقم کو ان خطوط کی عکسی نقل صابر مٹھیالوی کے صاحبزادے مرزا محمد یٰسین کی توجہ اور کرم فرمائی سے میسر آئی تھی، جواب ہدیۂ قارئین ہیں۔

خطوط:

[خط:۱]

چک عبدالخالق

۵۔اگست [۱۹۳۵ء]

عزیزِ مکرم صابر!

سلامِ نیاز! محبت نامہ پرسوں موصول ہوا۔ آج جواب دے رہا ہوں۔ رسالہ باغ و بہار (۳) بھی ملا۔ آپ کی

غزل سب سے پہلے تلاش کر کے بڑے مزے لے لے کر پڑھی؛ پھر پڑھی؛ جھوم جھوم کر پڑھی، حتیٰ کہ غزل میں سے اکثر اشعار تو زبانی یاد بھی ہو گئے ہیں۔ دو شعر تو مجھے از حد پسند آئے ہیں، مگر لکھنے سے اس واسطے گریز کرتا ہوں کہ آپ اس کے جواب میں وہی 'حسنِ ظن' کی قسم کے فقرات لکھ کر اپنی خاکساری کے زور میں میرے انکشافِ حقیقت کو محض باطل کر کے رکھ دیں گے۔ پھر اس سر درد کا اور تضیعِ سطور کا فائدہ؟ مگر میں بھی اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ اس سے کہیں زیادہ ہیں، جس قدر کہ آپ اپنے متعلق اندازہ رکھتے ہیں، نیز میں آپ کو یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ آج کل کے اکثر مشہور شعرا کی اصل وحقیقت نہایت مضحکہ خیز ہے۔ ان کی حقیقی قابلیت پر ان کے قابل دوستوں کا خوش نما پردہ پڑا ہوا ہے، جو اصل چہرے کو چھپائے [ہوئے] ہے، گویا:

منصور کے پردے میں خدا بول رہا ہے (۴)

آج کل دنیا پراپیگنڈے کی ہے۔

کنول (۵) کا نمونہ آپ نے تو ارسال کر دیا ہے، مگر اس کا کیا علاج کہ مجھے نہیں ملا۔ آپ نے شاید کالج کے پتے پر بھیجا ہو۔ خیر اب دوبارہ تکلیف نہ کریں۔ میں کالج کھلنے پر وہاں سے حتی المقدور خریدار پیدا کرنے کی کوشش کروں گا۔ آپ مطمئن رہیں۔ میں خود بھی خریدار بن جاؤں گا۔ کیمبل پور میں وسعتِ اشاعت کے لیے ان شاء اللہ امکان سے بڑھ کر کوشش ہو گی۔ کیا آپ بھی کبھی کیمبل پور آئیں گے؟ آپ کی تصویر تو میں نے شاعر (۶) میں دیکھی تھی، مگر اصل اصل ہے اور نقل نقل۔ اگرچہ آج کل نقل اصل سے کہیں بہتر ہوتی ہے۔ اب اس ضمن کیا ضرور ہے کہ میں اپنے بڑھتے ہوئے شوقِ دیدار کا بھی ذکر کروں۔ اگر آپ کا ارادہ ان دنوں رخصت لینے کا ہو۔ تو کیا میں آپ کو اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ آپ یہاں آنے کی تکلیف فرمائیں۔ کچھ دن سیر کر جائیں اور جہلم سے لکڑی بھی خرید کریں۔ بے شک صاحب مغالطہ نہ ہو۔ یہ دعوت پورے خلوص دل سے دی جاتی ہے اور اس میں کسی قسم کا 'لالیانہ' اور 'بنیانہ' (۷) عنصر شامل نہیں۔ جہلم لکڑی کی زبردست منڈی ہے۔ اس میں کسے شک ہے اور یہاں یقیناً آپ کو دوسرے مقامات سے بارعایت لکڑی ملے گی، لیکن یہاں سے آپ کو کرایہ بھی زیادہ دینا پڑے گا۔ اس سے میرے خیال میں کوئی خاص فائدہ نہ ہو گا۔ ابھی تفصیل مجھے خود بھی معلوم نہیں۔ میں عنقریب جہلم جا کر شرح وغیرہ دریافت کر کے آپ کو مکمل حالات سے اطلاع دوں گا۔ انتظار کریں۔

کالج میگزین (۸) کے سالنامے کی تیاری مجھ پر ایک ناقابل برداشت بوجھ تھا۔ جواب آپ کے امید افزا وعدوں سے بہت حد تک کم ہو گیا ہے۔ آپ کی اس امداد کا شکریہ پیشگی ادا کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ضرورت تو چنداں نہیں کہ آپ نے اس پر بہت زور دیا ہے، مگر بے جا بھی نہیں۔ اگر میں دوبارہ تاکیداً آپ کو اپنے وعدے کی یاد دہانی کرا دوں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی زیادہ کوشش کرنے کی گزارش کروں۔ میں نے استادی ابوالاثر حفیظ (۹) سے ایک غیر مطبوعہ غزل حاصل کرنے کا انتظام کر لیا ہے۔ اس سلسلے میں یہی آپ پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگرچہ میرے تعلقات حفیظ صاحب سے مدت کے ہیں اور میں ان کا معتقد بھی حد سے زیادہ ہوں، لیکن ابھی تک میں نے ان سے کبھی اصلاح نہیں لی۔ البتہ جہلم میں کچھ عرصہ ان کا فیضِ صحبت ضرور رہا اور بس۔ کیا آپ علامہ حضرت سیماب (۱۰) سے کوئی چیز حاصل نہیں کر سکتے ہیں؟ اگر ضیا صاحب (۱۱) آپ کا دیباچہ لکھنے میں تساہل یا تامل کریں، تو میں سید عبدالحمید عدم (۱۲) راولپنڈی، پروفیسر تپش (۱۳) ملتان، قبلہ انعام ایم

اے(۱۴)، پروفیسر اثر صہبائی (۱۵) وغیرہ میں سے کسی ایک صاحب سے دیباچہ لکھوادوں، کیونکہ ان تک میری نہایت مؤثر رسائی ہے۔

آپ کے علاقے کے چند طالب علم ہمارے کالج میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ان سے اکثر آپ کے اور طالب صاحب گورگانی (۱۶) کے تذکرے سنا کرتا ہوں، مگر میرے ۲ سالہ قیام میں آپ میں سے کوئی صاحب بھی کیمبل پور نہیں آئے، یا مجھے ہی دیکھنے کا اتفاق نہ ہوسکا۔ بہرحال اب اوّل تو یہاں گاؤں ہی میں تشریف لائیں، ورنہ بصورتِ دیگر کیمبل پور تو ضرور آئیں، لیکن اس لحاظ سے کہ یہ علاقہ آپ نے شاید نہ دیکھا ہو۔ضروری تو یہ ہے کہ آپ یہاں آئیں۔طالب گورگانی کے تذکرے تو اس صورت میں میرے تک پہنچے ہیں کہ مجھے ان سے الفت وشیفتگی کی بجائے ایک قسم کی نفرت سی ہے۔ان کا کلام بھی سوائے اس کے کہ پختہ ہے اور کوئی خاص مؤثر، والہانہ اور جذباتی نہیں ہوتا۔میرے نزدیک ان کی شاعری خشک اور بے کیف شے ہے؛ نہ ترنم، نہ جذبات آفرینی۔شاید میں ان کے متعلق آپ کی رائے سن کر صحیح اندازہ کرسکوں۔

آپ کا مخلص
ضمیر

آپ نے مجھے کوئی غزل بھیجنے کو لکھا ہے۔ایک مختصر سی غزل آپ کے 'رحم وکرم' پر ارسال خدمت ہے۔آپ اس سے جو سلوک چاہیں، کریں۔

غزل

نوازش نوکِ خنجر کی عنایت دستِ قاتل کی
یہی ہے مدعا دل کا ؛ یہی ہے آرزو دل کی
جو گونجی کارواں در کارواں بانگِ درا بن کر
صدائے زیرِ لب تھی وہ کسی گم کردہ منزل کی
یہ کیا بدلی نظامِ دو جہاں بدلا گیا گویا
نگاہِ یار نے دنیا بدل ڈالی مرے دل کی
خدا معلوم میری منزلوں کی انتہا کیا ہے!
کہ میں تو ابتدا کرتا ہوں خود منزل سے منزل کی
نہ وہ آئیں کھچے خود ہی، یہ ناممکن، اگر اے دل
اثر ہو عشقِ صادق کا؛ کشش ہو جذبِ کامل کی
فرازِ طور پر چمکی تھی جو برقِ رواں بن کر
چمک تھی ایک دھندلی سی ہمارے شعلۂ دل کی
نوازش دردؔ ہے فردوسیِ اسلام کی مجھ پر
نہ کیوں سونا بنا ڈالے نظر استادِ کامل کی

ضمیر حسین درد جعفری
گورنمنٹ کالج کیمبل پور
اگرچہ اب میں نے یہ تخلص ترک کر دیا ہے اور اس کی بجائے ضمیر ہی تخلص کرتا ہوں۔ تاہم اس غزل میں میں نے درد ہی استعمال کیا ہے۔ جواب جلدی منتظر ہوں۔

مخلص
ضمیر جعفری

[خط: ۲]

سادات گنج، جہلم
۱۷۔ستمبر ۱۹۴۰ء

حبیبِ شفیق و گرامی!

السلام علیکم! محبت نامہ آج شام کی ڈاک سے موصول ہوا۔ یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ میری طرف آپ کا کوئی جواب لازم ہے، حالانکہ خود میں شاکی ہو رہا تھا کہ آپ اتنی دیر سے بے وجہ خاموشی کیوں اختیار کیے ہوئے ہیں؟

ادا کار (۱۷) والوں کو میں نے لکھا تو تھا، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ادا کار بے قاعدگی کا مریض ہو گیا ہے، کیونکہ چند ہفتوں سے میں نے بھی اس کی صورت نہیں دیکھی۔ حالانکہ میری طرف وہ نہایت باقاعدگی سے ارسال کرتے ہیں۔ بہر حال ایک خط پھر انھیں لکھ دوں گا۔

یہ سن کر کہ آپ اکتوبر کی کسی پہلی تاریخ کو یہاں تشریف لائیں گے، کیا عرض کروں؟ کس قدر مسرت محسوس ہو رہی ہے۔ چونکہ میں رسمی ظاہر داری اور بے روح لفاظی کا قائل نہیں ہوں، اس لیے اپنے احساسات کے اظہار کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ ہاں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ آپ اپنے پروگرام کو ہرگز تبدیل نہ کیجیے گا۔ ہندوستان کے مشہور شاعر عدمؔ بھی یہیں ہیں۔ کچھ وقت اچھا کٹ جائے گا۔ البتہ تاریخِ آمد سے ضرور مطلع کیجیے۔ میں گھر پر ہی ہوں، بلکہ اب تو کچہری میں 'ملازم' بھی ہو گیا ہوں، نوکر۔ چونکہ زائد المیعاد (Overage) ہو رہا تھا، اس لیے عارضی طور پر ضلع کچہری میں کلرکی اختیار کر لی ہے۔ اگر آپ کسی گاڑی سے آئیں، تو پھر کچھ سہولت ہو سکتی ہے اور اگر بس وغیرہ پر آئیں، تو نہیں۔ مگر بہتر یہ ہو گا کہ آپ کسی بس پر ہی آئیں، کیونکہ کوئی گاڑی ایسے وقت پر جہلم نہیں پہنچتی، جس پر میں خود حاضر ہو سکوں۔ (کچہری کی وجہ سے) اور کسی دوسرے کا بھیجنا عبثِ محض ہے۔ بہر حال آپ جہلم پہنچ کر اڈے پر سے ہی پبلک پراسیکیوٹر یعنی سرکاری وکیل کی کوٹھی پوچھ لیں، یا گورنمنٹ ہائی اسکول کی برانچ۔ یہ سول لائن پر [کذا: میں] ہیں۔ آپ جب سرکاری وکیل کی کوٹھی کے قریب پہنچیں گے، تو آپ کو ایک شیشم کے درخت کے ساتھ سید بشیر حسین شاہ وکیل کا بورڈ نظر آئے گا۔ سرکاری وکیل کی کوٹھی کے کونے کے ساتھ ہٹ کر تھوڑے سے میدان کے بعد ہمارا مکان ہے، جس کے ڈھونڈنے میں آپ کو قطعاً کوئی دقت نہیں ہو گی۔ یہ سب کچھ میں نے محض احتیاطاً لکھ دیا، ورنہ ہمارا مکان ملنے میں آج تک تو کسی اجنبی کو دقت نہیں ہوئی۔ مکان لاری کے اڈا سے کچھ اتنی دور نہیں، بس اتنا ہی ہو گا، جتنا کیمبل پور شہر سے کچہری۔ دو آنے میں تانگہ والا لے آئے گا۔ اس سے زیادہ نہ دیں۔ اوّل تو تانگے کی چنداں ضرورت ہی نہیں۔

غزل کے حسن و قبح کے متعلق پھر کبھی سہی، بظاہر تو خاصی معلوم ہوتی ہے۔ ’پھر‘ اس لیے کہ اس وقت میں ملیریا بخار میں مبتلا ہوں۔ یہ سطور بھی اسی حالت میں لکھی جا رہی ہیں۔ بخار کی کیفیت میں محض اس لیے جواب بہت جلد عرض کر رہا ہوں، تا کہ آپ اپنا پروگرام نہ بدل ڈالیں۔ آنے کے متعلق دوبارہ تاکید کے ساتھ خط کو ختم کرتا ہوں۔

ضمیر جعفری

[خط:۳]

کوہ مری

۱۹۔ اپریل [۱۹۴۹ء]

برادرِ محترم صابر صاحب!

السلام علیکم! محبت نامہ آج ہی موصول ہوا۔ واقعی میں خط نہ لکھ سکا، لیکن میں دو ماہ کی رخصت پر لاہور گیا رہا [کذا]، جہاں سے ابھی پرسوں اترسوں ہی واپس آیا ہوں۔ دراصل میں فوج چھوڑ رہا ہوں۔ شاید آپ کو علم ہو ملک فیروز خان نون (۱۸) نے غالب (۱۹) کے نام سے لاہور سے ایک روزنامہ اخبار جاری کیا ہے۔ میں اس کا چیف ایڈیٹر ہو کر جا رہا ہوں۔ راولپنڈی سے میں اپنا ذاتی روز نامہ جاری کرنے کا ارادہ بھی رکھتا ہوں۔ سکیم بنائی جا رہی ہے۔ فوج کی آرام دہ اور خوش حال زندگی چھوڑ کر میں نے ایک طوفانی زندگی کی راہ اختیار کر لی ہے۔ دیکھیے! کیا ہوتا ہے؟ میرے حق میں دُعا کریں۔ خواہش یہی ہے کہ ملک و ملت کے لیے زیادہ سے زیادہ مفید ثابت ہو سکوں۔

میرا پروگرام یہ ہے:

۲۱۔ اپریل ۴۹ [۱۹ء].................راولپنڈی

پنڈی میں مجھے معرفت کپتان مسعود احمد، شور ہوٹل، صدر۔ ا

۲۲، ۲۳................. چک عبدالخالق

۲۴، ۲۵................. کوہ مری

۲۸، ۲۹، ۳۰.................راولپنڈی

اور پہلی مئی کو لاہور

اور لاہور میں میرا مستقل [پتا] روزنامہ غالب، ۶۱ مال روڈ، لاہور

آپ نے اپنا مجموعۂ کلام میرے نام منسوب (۲۰) کر کے میری بڑی عزت افزائی کی ہے۔ میں اس محبت کا جواب کیا دے سکتا ہوں؟ کاش کوئی موقع میسر آ سکے۔

دیباچے کے لیے مسودہ لاہور کے پتے پر ہی ارسال فرمائیں۔ والسلام

آپ کا مخلص بھائی

ضمیر جعفری

[خط:۴]

مری

۲۱۔دسمبر(۲۱)

برادرِ محترم!

سلامِ مسنون! خط ملا۔اطلاعاً تحریر ہے کہ میں ۳۱۔دسمبر تک رخصت پر جہلم جا رہا ہوں اور کل جا رہا ہوں۔اگر نعتیں مجھے آج کی ڈاک سے مل گئیں، تو تب میں دیکھ کر ان شاء اللہ جلد ہی واپس بھیج دوں گا۔گو میں نہیں سمجھتا کہ میرے دیکھنے کی کیا[کذا] ضرورت ہے؟ بہر حال مشورہ ہی سہی، لیکن اگر مجھے نہ ملیں، تو پھر مجھے معذور سمجھیں۔

جہلم کا پتا یہ ہے: بورڈنگ محلّہ سول لائن، جہلم

والسلام

ضمیر جعفری

جناب غلام مہدی صابر چشتی

پوسٹ آفس مٹھّیال ضلع اٹک

MITHIYAL,ATTOCK DISTT.

حواشی:

(۱) مرزا غلام مہدی صابر مٹھیالوی (مضمون): خطیب دوردادی: روزنامہ نوائے وقت، راولپنڈی: ۱۴ مارچ ۱۹۸۴ء

(۲) مقدمہ بر مثنوی خندۂ تقدیر: فضلِ حسین تبسم: پارک پبلی کیشنز، کراچی: ۱۹۷۹ء: ص ۱۱

(۳) باغ و بہار کشفی ملتانی کی ادارت میں ملتان سے نکلنے والا ایک ماہوار ادبی جریدہ۔۔۔ اس کا آغاز ۱۹۳۴ء میں ہوا۔

(۴) رام چندر بریلوی کے ایک ضرب المثل شعر کا دوسرا مصرع۔۔۔ مکمل شعر یوں ہے:

چندر یہ ہوا ہم کو اناالحق سے ہویدا
منصور کے پردے میں خدا بول رہا ہے

(۵) کنول، لاہور سے نکلنے والا ایک اہم رسالہ

(۶) شاعر پاک و ہند کا معروف ادبی رسالہ، جسے سیماب اکبر آبادی نے ۱۹۳۰ء میں آگرے سے جاری کیا تھا۔

(۷) لالیانہ اور بنیانہ...... لالے اور بنیے سے لالچ اور حرص و ہوا کے اظہار کے لیے وضع کیے گئے الفاظ

(۸) سید ضمیر جعفری نے لکھا ہے:

''کالج میگزین کا نام پہلے اٹک میگزین تھا۔ مجھ سے پہلے بخشی انور علی، جو واقعی ایک خوش گو شاعر تھے، اس کے ایڈیٹر تھے۔ ان کے بعد قلمدانِ ادارت راقم کے ہاتھ آیا اور میرے بعد شیر محمد شاد ایڈیٹر ہوئے۔ ہمیں لوگوں نے اٹک میگزین کا نام تبدیل کر کے پہلے شعلہ اور پھر مشعل رکھا''۔

[مشعل گولڈن جوبلی نمبر مجلّہ گورنمنٹ کالج، اٹک: ۱۹۹۷ء۔۱۹۹۸ء: ص ۲۱۲]

(۹) ابوالاثر حفیظ جالندھری [اصل نام: محمد حفیظ] ۱۹۰۰ء کو جالندھر میں پیدا ہوئے۔ وہ فارسی کے بے نظیر اور بے مثال شاعر مولانا غلام قادر گرامی کے شاگرد تھے۔ اپنے استاد کے برعکس انھوں نے اردو کو اپنی جولاں گاہ بنایا اور اس میں مردِ میدان رہے۔ شاہ نامۂ اسلام ان کا وہ شعری شاہکار ہے، جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ گیت نگاری میں بھی وہ ممتاز اور منفرد مقام کے حامل ہیں۔ نظم اور غزل کہنے میں بھی انھیں بے پناہ مہارت تھی۔ انھیں پاکستان کا قومی ترانہ لکھنے کا بھی اعزاز حاصل ہے۔ نثر نگاری میں بھی وہ قدرت رکھتے تھے۔ سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں مولانا نواب الدین رمداسی [م ۱۹۴۶ء] کے مرید تھے۔ بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی اور لاہور میں مدفون ہوئے۔ ان کی چند اہم کتابوں کے نام یہ ہیں: شاہنامۂ اسلام، تلخابۂ شیریں، نغمۂ زار، سوز و ساز، ہفت پیکر، نثرانے وغیرہ۔

(۱۰) سیماب اکبر آبادی [اصل نام: عاشق حسین صدیقی] ۵۔ جون ۱۸۸۲ء کو اکبر آباد میں متولد ہوئے۔ ان کے والدِ گرامی کا نام محمد حسین صدیقی [م ۱۸۹۷ء] تھا۔ وہ بھی اردو کے شاعر اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ سیماب نے مرزا داغ [م ۱۹۰۵ء] کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ انھوں نے کئی ادبی رسالے بھی نکالے۔ ۱۹۴۸ء میں پاکستان ہجرت کر آئے اور کراچی میں مقیم ہوگئے۔ ۳۱۔ جنوری ۱۹۵۱ء کو رحلت فرمائی اور کراچی میں آسودۂ خاک ہوئے۔

سیماب نے وحیِ منظوم کے عنوان سے قرآنِ کریم کا ترجمہ کیا، جو ان کی وفات کے تیس سال بعد ۱۹۸۱ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ شاعری کے علاوہ انھوں نے کئی اصنافِ نثر میں بھی طبع آزمائی کی، جن میں افسانہ، ناول، ڈراما اور تنقید شامل ہیں۔

(۱۱) ضیا فتح آبادی [اصل نام: مہر لال سونی] ۹۔ فروری ۱۹۱۳ء کو کپورتھلہ میں پیدا ہوئے۔ شاعری میں سیماب اکبر آبادی کے شاگرد تھے۔ ۱۹۳۵ء میں انگریزی ادبیات میں ایم اے کیا۔ ۱۹۳۶ء میں ریزرو بینک آف انڈیا میں ملازم ہو گئے، جہاں سے ۱۹۷۱ء میں ڈپٹی چیف کی حیثیت سے سبکدوش ہوئے۔ وہ نظم اور غزل کہنے میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ کئی شعری مجموعے ان سے یادگار ہیں۔ مثلاً: طلوع، نورِ مشرق، دھوپ اور چاندنی، نئی صبح، حسنِ غزل، گردِ راہ اور میری تصویر۔ انھوں نے نعتیں بھی لکھیں، جو مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوئیں۔ ۱۹۔ اگست ۱۹۸۶ء کو فوت ہوئے اور دہلی میں اپنے انجامِ کار کو پہنچے۔

(۱۲) سید عبدالحمید عدم ۱۰۔ اپریل ۱۹۱۰ء کو تلونڈی موسیٰ خان ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ ایف اے کے بعد ملٹری اکاؤنٹس میں ملازم ہو گئے۔ ۱۹۶۶ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ غزل کے عمدہ شاعر تھے۔ نظم بھی کہتے تھے۔ چند اہم شعری مجموعے: نقشِ دوام، خرابات، شہرِ خوناں، قصرِ شیریں، گردشِ جام، عکسِ جام، رمِ آہو، نگار خانہ، زیرِ لب، صنم کدہ، بربط و جام، چاکِ پیراہن، دستورِ وفا، چارۂ درد، نصابِ دل، دولتِ بیدار وغیرہ۔ ۱۰۔ مارچ ۱۹۸۱ء کو وفات پائی اور لاہور کینٹ میں مدفون ہوئے۔

(۱۳) عبداللطیف تپش ۱۲۔ مئی ۱۸۹۵ء کو لاہور میں شیخ امام الدین کے گھر پیدا ہوئے۔ لاہور میں زیرِ تعلیم رہے۔ ۱۹۳۰ء میں فارسی زبان و ادب میں ایم اے کیا اور پنجاب بھر میں اول آئے۔ پسرور کالج میں اردو اور فارسی کے استاد مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۳ء میں ایمرسن کالج ملتان چلے گئے۔ ۱۱۔ جنوری ۱۹۴۳ء کو ملتان میں رحلت فرمائی اور وہیں سپردِ خاک ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد آہنگِ تپش کے عنوان سے ان کا مجموعۂ کلام شائع ہوا۔

(۱۴) پروفیسر مرزا انعام علی بیگ عربی کے استاد تھے۔ شعر بھی کہتے تھے۔ تین بار تھوڑے تھوڑے عرصے کے لیے گورنمنٹ کالج اٹک کے پرنسپل بھی رہے۔ ۱۶۔ جنوری ۱۹۴۹ء تا ۱۵۔ مارچ ۱۹۴۹ء، اکتوبر ۱۹۵۰ء تا مارچ ۱۹۵۱ء اور مئی ۱۹۵۱ء تا ۳۱۔ جولائی ۱۹۵۱ء۔

(۱۵) اثر صہبائی [اصل نام: خواجہ عبدالسمیع پال] ۲۸۔ دسمبر ۱۹۰۱ء کو سیالکوٹ میں متولد ہوئے۔ اپنے عہد کے نمایاں شاعر تھے۔ کئی شعری مجموعے اشاعت پذیر ہوئے۔ چند ایک کے نام یہ ہیں: روحِ صہبائی، جامِ صہبائی، جامِ طہور، راحت کدہ وغیرہ۔ ۲۶۔ جون ۱۹۶۳ء کو وفات پائی۔

(۱۶) طالب گورگانی، مولانا ارشد گورگانی کے فرزندِ ارجمند تھے۔ وہ اردو کے قادر الکلام شاعر تھے۔ طویل عرصے تک بطور روڈ انسپکٹر پنڈی گھیب ضلع اٹک میں خدمات انجام دیتے رہے۔ انھوں نے اپنے فرائضِ منصبی کے ساتھ ساتھ شعر و ادب کی ترویج و اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔ صابر مٹھیالوی نے لکھا ہے کہ:

'مرزا طالب گورگانی کو اگر ضلع اٹک میں شعر و شاعری کا ولی تصور کیا جائے، تو بجا ہے۔ ان ہی کی کوششوں کا

نتیجہ ہے کہ ضلع اٹک میں مشاعروں کا رواج شروع ہوا۔ اکثر نوجوان شعرا نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کر کے فیضانِ سخن حاصل کیا۔ ان میں سے بطورِ خاص یہ لوگ قابلِ ذکر ہیں: قاضی محمد دین بشارت، ذوالفقار علی خنجر پنڈ سلطانی، حکیم چندن لعل سہگل مضطر، ڈاکٹر پر مانند اخگر جنڈ وغیرہ"۔

[مقدمہ برلالۂ صحرا: ملک عبداللہ صحرائی: پنڈی گھیب: س ن: ص ۵]

وہ ۱۹۶۶ء میں فوت ہوئے۔

(۱۷) اداکار، معروف رسالہ......لاہور سے شائع ہوتا تھا۔

(۱۸) ملک فیروز خان نون ۷۔ مئی ۱۸۹۳ء کو سرگودھا کے معروف قصبے نون میں پیدا ہوئے۔ آکسفرڈ یونی ورسٹی کے فارغ التحصیل تھے۔ قیامِ پاکستان سے قبل بھی وہ اہم سیاسی عہدوں پر متمکن رہے اور ۱۹۴۷ء کے بعد وہ وزیرِ اعلیٰ پنجاب، وزیرِ خارجہ اور وزیرِ اعظم بنے۔ ۹۔ دسمبر ۱۹۷۰ء کو وفات پائی اور نون میں مدفون ہوئے۔

(۱۹) ملک فیروز خان نون اور خان بہادر احمد سعید نے لاہور سے غالب کے نام سے ایک روز نامے کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ سید ضمیر جعفری اس کے مدیرِ اعلیٰ مقرر ہوئے۔ یہ اخبار چند ماہ جاری رہا اور پھر بند ہو گیا۔

(۲۰) صابر صاحب کی زندگی میں ان کا ایک مختصر سا مجموعۂ کلام ہی شائع ہو سکا۔ اس کا انتساب سلسلۂ چشتیہ کے عظیم و جلیل بزرگ مخدوم سید علاء الدین علی احمد صابر کلیری کے نام کیا گیا ہے۔

(۲۱) کارڈ پر لکھے گئے اس خط پر ڈاک خانے کی دو مہریں بھی ثبت ہیں، مگر وہ خوانا نہیں ہیں۔ اس لیے ان کی مدد سے بھی سنہ کا تعین نہیں ہو سکتا۔